بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

جس وقت گاندھی جی نے ایک نہایت بلند اور مقدس مقصد یعنی ملک کے چار ساڑھے چار کروڑ مسلمانوں کی حفاظت اور اس طرح ملک کو عظیم و ناقابلِ تلافی تباہی و بربادی سے بچانے کے لئے بکمال مظلومیت و بے کسی جان دی تھی ہمیں اسی وقت یقین ہو گیا تھا کہ اس ملک کا مستقبل روشن ہے اور جو تباہ کن عناصر و اثرات کام کر رہے ہیں ان کا جلد یا بدیر فنا ہو جانا لازمی اور قطعی ہے اس یقین کا ایک قرینہ یہ بھی تھا کہ ایشیا مسلسل دو سو سال سے "اقوامِ مغرب" کی چیرہ دستیوں اور ستم آرائیوں کا مرکز بنا چلا آ رہا تھا اور یہ حالت اس نقطۂ کمال کو پہنچ چکی تھی جس کے بعد قدرت کے نظام تبادلِ اقوام و تداولِ ملل کے ماتحت مغرب کے زوال اور مشرق کے عروج کے دور کا شروع ہونا ناگزیر تھا اور چونکہ ایشیا کا عروج بغیر اس کے ہو نہیں سکتا تھا کہ ہندوستان ایسے بڑے اور عظیم الشان ملک میں امن و امان ہو اور وہ اندرونی اختلافات و خلفشار سے آزاد ہو کر سیاسی، اقتصادی اور سماجی و ثقافتی اعتبار سے ممتاز و نمایاں ہو اس بنا پر ضروری تھا ملک کی تقسیم نے فوری طور پر جو زہریلے جراثیم پیدا کر دئے تھے وہ نیست و نابود ہوں اور ملک امن و امان اور فراغ قلب و سکون خاطر کے ساتھ ترقی کے شاہراہ پر گامزن ہو۔ لیکن چونکہ ہمارے اس یقین کا تعلق اس عالم کے اسبابِ روحانی و معنوی سے تھا اس بنا پر اگر ہم اسے بیان بھی کرتے تو موجودہ مادہ پرست اور اسباب ظاہری پر ہی نگاہ رکھنے والی دنیا میں بہت کم ہوتے جو اس یقین میں ہمارے ساتھ شریک ہو سکتے تھے، لیکن آج ملک کے حالیہ الکشن کے نتائج نے اسی حقیقت کو نکھار کر روز روشن کی طرح ایسا بے نقاب کر دیا ہے کہ اب کسی کو اس سے انکار کی ہو سکتی ہے۔"

اس الکشن نے جو دنیا کی تاریخ جمہوریت میں اپنی نوعیت کی پہلی اور کامیاب ترین مثال ہے ہندوستان کی تاریخ بعد از آزادی میں ایک نئے باب کا آغاز کیا ہے جس کا عنوان بڑا دلفریب اور جس کی تمہید بہت جاذبِ نظر اور حوصلہ افزا ہے۔ اوہام و وساوس اور پراگندہ تخیلات و شبہات کے کتنے تاریک پردے ہیں جو غبار بن کر فضائے آسمانی میں اڑ گئے ہیں اور تردد و تذبذب کے کتنے مہیب و سہم آفریں قلعے ہیں جو پاش

پاش ہو کر جڑ بنیاد سے اکھڑ گئے ہیں۔ تقسیم کے بعد سے ہی ملک جس سب سے بڑی لعنت میں گرفتار تھا وہ فرقہ پرستی تھی اسی لئے صدر کانگرس نے بھی الکشن کے سلسلہ میں جو طوفانی دورے کئے ان میں ہر جگہ اور ہر موقع پر لوگوں کو سب سے زیادہ ادھر ہی توجہ دلائی اور ہر ممکن طریقہ سے اس کو ختم کرنے کی پر زور اپیل کی، لیکن ملک کے دل و دماغ میں جو مسموم اثرات جڑ پکڑ چکے تھے ان کے پیش نظر کس کو یہ توقع ہو سکتی تھی کہ ایک دبلے پتلے انسان کی آواز کروروں انسانوں کے فکر و نظر کے بند دروازوں کو یک بیک کھول دینے میں کامیاب ہو جائے گی اور جن دور دراز کے علاقوں میں بسنے والوں نے بظاہر نہ سننے اور نہ سمجھنے کا عہد ہی کر لیا ہے وہ بھی اس آواز کو دل کے کانوں سے سنیں گے اور مخلصانہ عزم کے ساتھ قبول کریں گے بساط سیاست کے بڑے سے بڑے شاطر اور قومی کاموں میں عمریں گذارے ہوئے لوگ بھی غالباً اس کا تصور نہیں کر سکتے تھے کہ تاریخ عالم کا یہ بے نظیر الکشن اس طرح پر امن و امان اور سکون و اطمینان کے ساتھ ختم ہو جائے گا کہ نہ کہیں جھگڑا ہوگا اور نہ فساد اور تمام اہل ملک اختلاف مذہب کے باوجود اس طرح ایک دوسرے کے ساتھ شیر و شکر ہو جائیں گے کہ گویا ان کو کبھی فرقہ پروری کی ہوا تک نہیں لگی تھی۔ کون یہ کہہ سکتا تھا کہ جس ملک میں سیاسی حقوق کے مطالبہ کی بنیاد مذہب رہا ہو۔ اور جہاں ملکی اور سماجی معاملات میں بھی مذہب کے بغیر لقمہ نہ توڑا جا سکتا ہو وہاں یک بیک ایسی فضا پیدا ہو جائے گی کہ مسلمان دل کھول کر اپنے ہم مذہب کے خلاف دوسرے کو ووٹ دیں گے اور دوسری جانب ہندؤں کا حال یہ ہوگا کہ ان علاقوں میں بھی جو فرقہ پرستی کے خاص مرکز ہیں اور جہاں مسلمانوں کی آبادی کا اوسط ایک یا دو فی صدی سے زیادہ نہیں ہے بلکہ ایک مسلمان امیدوار کے علاوہ کوئی اور دوسرا مسلمان آبادہی نہیں ہے وہاں ہندوا نے مسلمان بھائی کو مہا سبھا، رام راج پریشد اور جن سنگھ ایسی پارٹیوں کی ہر قسم کی کوششوں کے باوجود اس عظیم اکثریت کے ساتھ ووٹ دیں گے کہ مخالف امیدواروں کی ضمانتیں تک ضبط ہو جائیں گی۔ حقیقت یہ ہے کہ الکشن کے نتائج کا یہ پہلو اس ملک کے لیے ایک زبردست فال نیک ہے اور ہمارے نزدیک جہاں تک اسباب معنوی و روحانی کا تعلق ہے یہ ثمرہ ہے اس عظیم انسان قربانی کا جو اس ملک کی حفاظت و بقا کے لئے بھارت کی سب سے زیادہ عزیز و گرامایہ ہستی یعنی گاندھی جی نے پیش کی تھی۔

اب ذرا اس کے ساتھ ایک دو خبر بھی سنئے! اسٹیٹسمین مورخہ ۲۲ فروری کا بیان ہے کہ ڈھاکہ میں کل یونیورسٹی کے طلبا اور شہریوں کا ایک میل لمبا جلوس نکالا گیا جو اردو کو ریاستی زبان بنانے کے خلاف نعرے لگا رہا تھا اور جس کا مطالبہ